فنِ شاعری اور میاں محمد بخش

Art of Poetry and Mian Muhammad Bakhsh

ڈاکٹر ثوبیہ اسلم اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ پنجابی
گورنمنٹ کالج یونیورسٹی فیصل آباد

Abstract:

Poetry, music, calligraphy are connected with each other and the poets, musicians and calligrapher equally enjoyed the rhythm in each subject. Mian Muhammad Bakhsh has ever produced classical poetry. Among which Saif-ul-Muluk is the marvels and comprises on universal truth. In this article Mian Muhammad Bakhsh stated about the verses and poetry and the characteristic of the good poet. Mian Muhammad Bakhsh has expressed his views in 50 verses about poetry and poet in his classical master piece like Saif-ul-Muluk. I discussed all these verses in all its perspective. So the theory of Mian Muhammad Bakhsh about poetry of poet could be stated vividly.

Key Word:

Poetry, Saif-ul-Muluk, verses, Mian Muhammad Bakhsh, poet.

کلیدی الفاظ:

شاعری، سیف الملوک، اشعار، میاں محمد بخش، شاعر

شاعری، مصوری، موسیقی، خطاطی باہم اس طرح منسلک ہیں کہ شاعر، مصور، موسیقار اور خطاط یکساں حظ اٹھاتے ہیں۔ شاعر حروف سے کھیلتا ہے، مصور رنگوں کے ساتھ کھیلتا ہے، موسیقار صوتیات کے اوزان پر حروف کو تولتا ہے اور خطاط لکھتے وقت معنی کو حرف میں سمونے کی اپنی طرف سے پوری سعی کرتا ہے، جس سے ایک ایسا ادب تخلیق پاتا ہے جس سے معاشرہ بھی حظ اٹھاتا ہے اور اگر دیکھا جائے تو ادب کا سب سے پرانا رُوپ شعر ہے۔ انسان جب زبان اور بیان سے واقف ہوا تو اُس نے اپنے جذبات اور احساسات کا اظہار سب سے پہلے شعر میں کیا۔ کیوں کہ مولانا حالی کے مطابق جذبات جب انسان کے دِل میں پک جاتے ہیں تو پھر ایک روز موزوں الفاظ کے ذریعے انسان کے مُنہ سے پُھوٹ نکلتے ہیں اور شعر بن جاتا ہے۔ شعر یا نظم کے کافی عرصہ بعد نثر اُس وقت وجود میں آئی جب انسان نے لکھنے پڑھنے کا فن سیکھ لیا۔ اور زبان میں الفاظ کا وسیع ذخیرہ جمع ہو گیا۔ نثر عقل اور دماغ کی پیداوار ہے۔ جبکہ شاعری کا تعلق جذبات یا وجدان سے ہے۔

"شعر کے لُغوی معنے کسی شے کی آگہی اور واقفی ہے۔یعنی شعر میں جو بات کہی جاتی ہے اُسکا تعلق ادراک یا شعور کے ساتھ ہوتا ہے اور شعور کے ساتھ ہی شعر سمجھا جاتا ہے۔" (1)

پرکھ کا شاعری کے ساتھ گہرا تعلق ہے کیونکہ پرکھ ہی سے پتہ چلے گا کہ فن شاعری کیا ہے؟ شاعر کی دنیا کیا ہے؟ شاعری کے اوصاف کیا ہیں اور شاعری کا شاعر کے باطن سے کیا تعلق ہے اور بیرونی اور اندرونی دنیا سے کیا تعلق ہے؟ جیسے عبدالحمید سرشار نے ٹی۔ایس ایلیٹ کے حوالے سے لکھا ہے کہ:

"پرکھ سوچ دی اوہ شاخ اے۔جیہڑی ایہہ دسدی اے کہ شاعری کیہ اے،ایہدے فائدے تے ایہدی ذمہ داریاں کیہ نیں۔ایہہ کیہناں سدّھراں تے جذبیاں نوں سکون بخشدی اے،تے شاعر شعر کیوں کہندا اے تے لوک اوہدے شعراں نوں کیوں پڑھدے نیں۔" (2)

اسی چیز کو شمس الرحمن فاروقی نے اصول شعریات کا نام دیا ہے،وہ لکھتے ہیں:

" فن کی دنیا میں کیا چیز بہتر ہے اور کون سی چیز کم تر اور کون سی بالکل خراب،اسکو طے کرنے کے اصول بھی شعریات ہی کہلاتے ہیں۔ " (3)

شعریات کے حوالے سے افلاطون اور ارسطو کے نظریات بھی اپنی جگہ اہم ہیں لیکن اچھی شاعری ہمیشہ اپنے تنقیدی اصول اپنے ساتھ لے کر آتی ہے۔میاں محمد بخش(1907ء-1830ء)نے پنجابی زبان میں سیف الملوک جیسا عظیم شاہکار تخلیق کر کے نہ صرف ایک ادبی داستان مرتب کی بلکہ شعریات کے حوالے سے وہ سنہری اصول دیے جس سے شاعری اثر انگیز ہوئی۔حمید اللہ ہاشمی پنجابی میں پرکھ پڑچول کے حوالے سے لکھتے ہیں:

" پنجابی وچ منظوم پرکھ پڑچول دی عمر کُجھ بوہتی نیئں بندی۔دُوجیاں زباناں وانگوں ایہد اںڈھ وی بہت مگروں آکے بجھیا پر جے کر پیرو پیر ٹُردیاں تے مُڈھلیاں نشانیاں دا گویڑ لاندے ہوئے پچھاں نوں پرتیے تے احمد یار (1768ء توں 1848ء) دی کتاب "احسن القصص" دے اخیر وچ دِتے گئے شعراں وچ ایہو جیہیاں رمزاں لبھ جاندیاں نیں جیہناں وچ اوہدا تنقیدی شعور جھلکدا ہویا وکھالی دیندا اے۔۔۔۔منظوم تنقید دی ایس روایت وچ دوجے شاعر

میاں محمد بخش(وفات 1902ء) نیں جیہناں اپنے پنجابی شعراں
وچ نہ صرف شاعراں تے تنقید کیتی بلکہ شعر دے فن بارے
وی اپنے خیالاں دا اظہار کیتا۔" (4)

"سیف الملوک وچ کہانی دے وچلے پہے دے دندیاں اُتے
میاں محمد بخش ہوراں تھائیں تھائیں ایہہ بحثاں آپے کھول کے
آپ سمیٹیاں ہن پئی لفظ کیہ ہن تے معنے کیہ ہن، ایہناں
دوہاں دا سمبندھ کیہ بن دا ہے۔ شعر دا تے کلا داحیاتی دے
گیڑ وچ کیہ کم ہے تے پرکھ پڑچول دا کیہ۔" (5)

میاں محمد بخش نے کم و بیش سیف الملوک کے پچاس عدد اشعار میں فن شعر گوئی پر قلم اٹھایا ہے، جو کسی بھی موقع پر قاری کو بے موقع نہیں لگتا۔ ان اشعار سے میاں صاحب کی شعر گوئی سے وابستگی اور برجستگی کا احساس ہوتا ہے اور پتہ چلتا ہے کہ میاں محمد بخش اشعار کی قدر و قیمت کے کتنے قائل تھے۔ سیف الملوک میں بعض ایسی چیزوں کا برملا اظہار ہوتا ہے جس کے ہم قائل تو ہوتے ہیں لیکن ہمیں اہمیت کا نہیں پتہ ہوتا۔ اس اہمیت کا پتہ میاں محمد بخش کے موجب 'سیف چھپی وچ لاٹھی' فن شعر گوئی پر بھی صادق آتا ہے۔ میاں محمد بخش فن کے بارے لکھتے ہیں:

ہر ہر فن ہنر وچ ہووے ماہر تے یک فنّی
لُطف خدائی نال عطائی، نال اوہ ہوندا اسنّی (6)

ڈاکٹر لئیق بابری نے میاں محمد بخش کو ایک نقاد کے طور پر اس طرح دیکھا ہے:

"میاں محمد شاعر ہون توں وی پہلاں اِک وڈے فنّی نقاد
ہن۔ اوہناں دے نزدیک فنّی تخلیق دا مڈھ شاعر دا ذاتی تجربہ
ہوندا اے۔ شاعر لئی ضروری اے جے اوہ اپنے سُخن وچ
ہنجواں نوں اِنج گُنھے جے اوس دی سارے جگ دے دُکھ نال
سانجھ ہووے۔ اوہدے وچ دُکھی ماں پیو، دھی یاں پُتر، بھین
یاں بھرا، اپنے ای ہنجواں دی تصویر ویکھن اتے ایہہ کم اوہی
شاعر کر سکدا اے، جیہڑا آپ ہنجواں دی ندی وچوں لنگھیا
ہووے۔" (7)

میاں محمد بخش کے نزدیک شعر کی بڑی خوبی اس کی تاثیر اور اس میں چھپا ہوا درد ہے جو اصل میں شاعر کے وجدان سے متعلق ہے اور اسی کا کتھارسس کرنے کے لئے شاعر شعر کا سہارا لیتا ہے۔ جس سے ایک ایسا ادب تخلیق ہوتا ہے جو پر اثر اور دلپذیر ہوتا ہے۔ جس طرح میاں محمد بخش کہتے ہیں:

خوشیاں اندر او ہو جیہا واہ درداں ول دھایا
صِفت ثُصفت اندر فرماوے سُخنوں سُخن سوایا[8]

جب ایک مصور تصویر بناتا ہے تو اس کے ہر زاویے کا بار بار جائزہ لیتا ہے، کہیں سے اگر کوئی کجی رہ جائے تو ہر ممکن کوشش کرتا ہے کہ اس کو بنا سنوار لے۔ اسی طرح شاعر اپنی تخلیق (شاعری) سے بار بار لطف اندوز ہوتا ہے جب تک کہ اس کا وجدان اس کے صحیح ہونے کی تصدیق نہ کر دے۔ اپنی تخلیق قصہ 'سیف الملوک' بارے میاں محمد بخش بڑے یقین کے ساتھ کہتے ہیں کہ یہ پُر درد، پُر تاثیر قصہ ہے۔

مر دے ملے تے درد نہ چھوڑے او گُن دے گُن کر دا
کامل لوک محمد بخشا لعل بنان پتھر دا[9]

میاں محمد بخش کی شاعری ہر اُس دل کے لئے اکثیر کا کام کرتی ہے جس میں ابھی خدا کا خوف، محبت ایک چنگاری کے موجب بھی موجود ہو تو اس کلام سے عشق کا الاؤ جل سکتا ہے اور مرد، مردِ کامل بن سکتا ہے۔ جس طرح وہ کہتے ہیں:

جس دِل اندر ہووے بھائی ہک رتی چنگاری
ایہہ قصہ پڑھ بھانبھڑ بند انال ربّے دی یاری[10]

ابو الاعجاز حفیظ صدیقی کے مطابق شاعری کی تعریف یوں ہے:

"شاعری کے لیے ایک خاص قسم کی گداز طبیعت اور دلسوزی اور جگر کاوی کی خاص صلاحیت درکار ہوتی ہے جو قلبی واردات اور باطنی کیفیات میں گداز کا باعث ہوتی ہے۔ اسکے بغیر شعر اس تاثیر اور خلوص سے محروم رہتا ہے جو اچھے شعر کی پہچان ہے۔"[11]

پنجابی ادب کے علاوہ اردو ادب میں بھی شعر گوئی کے لئے اوزان اور پیمانے مقرر ہیں، جن کا میزانیہ مرزا غالب نے 'دل گداختہ' سے تعبیر کیا ہے۔ جیسا کہ

حسن فروغِ شمع سُخن دُور ہے اسد
پہلے دِل گداختہ پیدا کرے کوئی[12]

مرزا غالب کی طرح دیگر شعراء نے بھی شاعری کے لئے ہموار زمین کے طور پر دل اور جگر کو اندوختہ سمجھا ہے اور نظریہ فن کے سلسلے میں خون جگر کی اصطلاح حالی کے ہاں بھی موجود ہے۔ جسے حفیظ صدیقی نے یوں لکھا ہے:

"کلام میں لذت اور مقبولیت پیدا نہیں ہو سکتی جب تک اسکے ایک ایک لفظ میں مصنف کے خون جگر کی چاشنی نہ ہو۔"[13]

علامہ اقبال تو خیر تھے ہی وجدان کے شاعر، جن کی شاعری نے برصغیر کے مسلمانوں میں وہ الاؤ روشن کیا جو قیامِ پاکستان پر منتج ہوا۔ علامہ کی شاعری کائناتی اور آفاقی ہے۔ علامہ اقبال کا نظریہ فن مندرجہ ذیل ہے:

رنگ ہو یا خشت و سنگ، چنگ ہو یا حرف و صوت
معجزہ فن کی ہے خونِ جگر سے نمود
قطرہ خون جگر سل کو بناتا ہے دِل
خون جگر سے صدا سوز و سرور و سرود[14]

نقش ہیں سب ناتمام خونِ جگر کے بغیر
نغمہ ہے سودائے خام خونِ جگر کے بغیر[15]

ہر چند کہ ایجاد معانی ہے خداداد
کوشش سے کہاں مرد ہنر مند ہے آزاد[16]

فرانسیسی شاعر ریمبو Rimbaud شاعری کے بارے میں لکھتا ہے کہ

"جو شخص شاعر بننا چاہے اُس کے لیے جو چیز سب سے ضروری ہے وہ اپنے آپ کو جاننا ہے، مکمل طور پر جاننا۔ شاعر اپنی روح کو غور سے دیکھتا ہے، اسکی جانچ پڑتال کرتا ہے، اُس کو آزمائشوں میں مبتلا کرتا ہے، اور جب اُسکو بالاخر پوری طرح پہچان لیتا ہے تو پھر اُسکی تربیت کرتا ہے۔"[17]

بات یہاں پر ختم ہوتی ہے کہ شاعری کے لئے بنیادی عنصر جو چنگاری کا کام کرتے ہیں، وہ کتھارسس ہے۔ یہ کتھارسس کہاں سے آتا ہے۔ شاعر دنیا میں تو رہتا ہے مگر وہ عام لوگوں کی طرح نہیں رہتا۔ اس کا احساس، محسوسات کی اُن اکائیوں کو چھوتا ہے جہاں پر عام انسان کی سوچ کا عمل دخل نہیں ہوتا۔ وہ جو محسوس کرتا ہے وہ شعر میں اس طرح سے ڈھالتا ہے جو ہر زبان پر اس طرح آجاتا ہے کہ ایک ضرب المثل بن جاتا ہے۔ کتھارسس ہے کیا، اس کے بارے میں حفیظ صدیقی لکھتے ہیں:

"کردار کے آلام و مصائب میں تخیلی شرکت سے فاسد اور غیر معتدل جذبات کا نکاس ہو جاتا ہے (ارسطو نے اس کے لیے کتھارسس کی اصطلاح استعمال کی ہے) جسکے نتیجے میں ناظرین کو جذباتی اعتدال اور (اخلاقی؟) صحت حاصل ہوتی ہے۔"[18]

ڈاکٹر جمیل جالبی کے مطابق:

"ارسطو نے ٹریجڈی کو سب اصناف کے مقابلے میں اس لیے اہمیت دی ہے کہ وہ سب اصناف کی نمائندہ ہے۔۔۔۔۔۔۔۔ٹریجڈی کا مقصد روح کا تزکیہ اور خوف و ترس کے جذبات کو تھکا کر ختم کرنا ہے۔" (19)

شاعری کی بنیاد کا پہلا نقطہ تخیل ہے۔ تخیل معاشرے یا معاشرتی زندگی سے جنم لیتا ہے، پھر وہ حروف سے ہو کر الفاظ کا روپ دھارتا ہے۔ جس میں اوزان کا تڑکا لگا کر انسانی جذبات و احساسات کے تار کو چھو جاتا ہے تو ادب تخلیق ہو جاتا ہے۔ محمد ہادی حسین 'شاعری اور تخیل' میں لکھتے ہیں:

"اگر زندگی میں مختلف عناصر کے ہنگامے اور دل انسانی میں متضاد جذبات کے معرکے نہ ہوتے تو شاعر کے فن میں یہ بو قلمونی، یہ رنگا رنگی نہ ہوتی۔ کیٹس(Keats)تو یہ تقاضا کرتا ہے کہ شاعر کو خود اس کش مکش اور تضاد میں شامل ہونا چاہیے اور اس میں ایک "سلبی حسیت" ہونی چاہیے جو انسان میں اُس وقت ہوتی ہے جب اُس میں یہ صلاحیت ہو کہ اُس کے اندر بے یقینیاں، مخمصے، اور شکوک ہوں لیکن وہ جھجھلا کر اصلیت اور معقولیت کی تلاش نہ کرنے لگے۔" (20)

جس طرح پنجابی اردو زبان و ادب کے شعراء احساسات کو معنویت کا لبادہ پہناتے ہیں، اسی طرح مغرب کے فلسفی اور شاعر بھی وہی محسوس کرتا ہے جو ہمارے شعراء کرتے ہیں۔ گرچہ اندازِ بیاں ان کا اور ہے، ہمارا اور مگر مقصدیت دونوں میں ایک سی ہے۔ شمس الرحمن فاروقی نے ورڈزورتھ کے حوالے سے لکھا ہے:

"شاعر عام لوگوں کے مقابلے میں زیادہ متحرک ہوش مند،زیادہ جوش و خروش اوررقت قلب کا حامل ہوتا ہے۔اسے انسانی روح کے بارے میں عام لوگوں سے زیادہ علم وشعور ہوتا ہے۔" (21)

لئیق بابری 'سیف الملوک' میں انسان کی بناوٹ کو بیان کرتے ہوئے ایک فرانسیسی نقاد کے حوالے سے لکھتے ہیں:

"اِک فرانسیسی نقاد آکھیا اے جے بندے دا جُثّہ مٹی تے ہنجواں نال بنیا اے۔ ہنجو گھٹ جاون تے بندہ خشک اے، کنگال اے، بد نصیب اے۔ ہنجو ودھ جاون تے ایہہ بے ہمتی اے۔ اتے جے مٹی ٹھر جاوے تے ایہہ دوجی قسم دی غریبی اے۔ دو موتیاں نال جیہڑے اوہدے دِل نے بنائے ہن اتے میاں محمد دی سیف الملوک دا انسان وی ہنجواں والا

انسان اے، جیہدا وظیفہ محبت تے انسان دوستی اے، جیہڑا
آپ دُکھ سہندا اے پر دُوجے نوں آرام دیندا اے۔" (22)

بات پھر وہیں آکر رکتی ہے جہاں سے شروع ہوئی۔ میاں محمد بخش کے موجب جس دل میں چنگاری ہو گی شاعری سے وہی دل روشن ہو گا، اسی دل میں شرارہ بنے گا اور اسی شاعری میں اثر آفرینی پیدا ہو گی جس میں سوز و گداز موجود ہو گا۔ میاں محمد بخش شاعری کے حوالے سے سوز اور درد کو بنیاد قرار دیتے ہیں اور اس شعر کو شعر ماننے سے انکار کرتے ہیں جس میں شاعر کے اپنے جذبات اور درد شامل نہ ہوں۔ اس حوالے سے سیف الملوک میں بے شمار مثالیں موجود ہیں:

قصے ہور کسے دے اندر درد اپنے کُجھ ہوون
بن پیڑاں تاثیراں ناہیں بے پیڑے کد روون (23)

درد لگے تاں ہائے نکلے کوئی رہندا اجر کے
دِلبر اپنے دی گل کیجے ہوراں نوں مونہہ دھر کے (24)

جس وچ گُجھی رمز نہ ہووے درد منداں دے حالوں
بہتر چُپ محمد بخشا سُخن اجیہے نالوں (25)

جو شاعر بے پیڑا ہووے سُخن اوہدے بھی رُکھے
بے پیڑے تھیں شعر نہ ہوندا اگ بن دُھوں نہ دُھکھے (26)

سُخن بھلا، جو درداں بھریا بن درداں کُجھ ناہیں
نڑاں، کماداں، فرق رہودا، کیا کانے، کیا کاہیں (27)

درد منداں دے سُخن محمد دین گواہی حالوں
جس پلے پُھل بدھے ہوون آوے بو رومالوں (28)

رحمت دا مینہ پا خدایا باغ سُکا کر ہریا
بُوٹا آس اُمید میری دا کر دے میوے بھریا (29)

نجم حسین سید کا تخلیق و تنقید پر ایک اپنا نقطہ نظر ہے جو دوسرے مستشرقین پر حاوی معلوم ہوتا ہے۔ وہ میاں صاحب کے بارے میں لکھتے ہیں:

"اپنے اندرلے نوں میئیں ہوراں باغ آکھیا اے، ایہہ اوہ باغ
اے جتھے شاعر دی کلا اُگدی ہے۔ اندرلے دی ایہہ
تصویر مُناجات والے پُورے ٹوٹے دی نینہہ جانو۔" (30)

اپنی شاعری میاں محمد بخش کو اپنی اولاد کی طرح پیاری تھی، جس طرح ہر تخلیق کار کو اپنی تخلیق سے ایک خاص محبت ہوتی ہے۔ ذیل کے شعر میں میاں صاحب قاری کو مشورہ دیتے ہیں کہ میرے شعروں کا جس طرح چاہو لطف اٹھاؤ پر خدا کے لئے اس میں ملاوٹ سے باز رہنا۔ تبدیلی کی گنجائش میں نے نہیں چھوڑی، وہ لکھتے ہیں:

سیر کرو خشبوئیں مانو بُھل مباح تسانوں
شاخ رکھ تروڑو ناہیں بھلی صلاح تسانوں (31)

چشمے دار حرف وچ جیہڑے، معنیوں چشمے وگدے
لِکاں نہراں صاف محمد، پانی پکھے لگدے (32)

بال چراغ عشق دا میرا روشن کر دے سینہ
دِل دے دِیوے دی رُشنائی جاوے وچ زمیناں (33)

نجم حسین سید نے میاں صاحب پر ایک مدلل مضمون لکھا ہے۔ موصوف میاں صاحب کے حوالے سے لکھتے ہیں:

"بندے دا اصل رستہ اندرلی لگن تے اُدم دا رستہ ہے۔ جیہڑا
ربی فیض دی لوئے نظریں پیندا ہے پر ایہہ پینڈا تد توڑیں پگیا
نہیں جاسکدا جد توڑیں بندا اپنی لگن نوں ہورناں سریراں وچ
کھنڈاون دا جتن نہ کرے۔ ایہہ جتن اِنج دا نہیں پئی دُوجیاں
دیاں سوچاں اُتے آپنے وچاراں دی چھاؤنی چاڑھ دِتی
جاوے۔ سگوں اِنج دا ہے پئی آپنی اندرورتی دی کھٹی دوجیاں
نال سانجھی کر لیتی جاوے۔" (34)

جہاں میاں صاحب نے سیف الملوک میں اچھے شعر کی خوبیاں گنوائی ہیں، وہاں انہوں نے شاعری کی ایک اور خوبی بیان کی ہے وہ ردیف قافیہ کے وزن کی احتیاط ہے۔ صرف حروف کا ہیر پھیر شعری کاریگری کا ثبوت نہیں ہوتا۔ ایسے شعراء کے بارے میں میاں صاحب لکھتے ہیں کہ وہ دیکھا دیکھی بیت یا شعر بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہ کام توڈوم (میراثی) بھی کر لیتے ہیں۔

لُغتاں ورتن وان لیاوے معنے وچ عجائب

لیکن ایسے ملوم نہ ہوون ہر ہر نظروں غائب(35)

ویکھو ویکھی بیت بناون شعروں خبر نہ پاون
ایس طرح تے صِفتاں سٹّھاں ہُتے ڈُوم بناون(36)

ربّا دئیں پناہ اوہناں تھیں جو ایسے کم کردے
سیم سُچے دا ستم بناون عم دا نیں غم کردے(37)

ردی ردیفوں نام نہ جانن قافیوں بُدھ نہ کائی
وزن برابر ٹُٹدا اجڑ دا صنعت رسم نہ بھائی(38)

کچھ شاعر جنہیں شاعری کی خداداد صلاحیت حاصل نہیں ہوتی وہ ذخیرہ حروف کو مد نظر رکھ کر بغیر وزن کے شعر جوڑ لیتے ہیں لیکن اس میں وہ اثر پیدا نہیں ہوتا جس طرح کا اثر میاں صاحب نے بیان کیا ہے۔ اسی لیے میاں صاحب کہتے ہیں:

ہک علم دے زوروں کردے اوہ بھی ظاہر دِسدا
جس پر ہوئے عطا الٰہی سُخن نہ چُھپدا اُتس دا(39)

میاں محمد بخش صاحب کی شاعری میں ایک خاص بات یہ ہے کہ آپ کبھی خود پسندی کی طرف راغب نہیں ہوئے۔ لیکن بطور نقاد اور پارکھ میاں محمد بخش، احمد یار مرالوی کی طرح کبھی بھی خود پسندی اور غرور کا اظہار نہیں کرتے بلکہ فن شاعری کے حوالے سے اپنا رویہ ہمیشہ عاجزانہ اور منکسرانہ رکھتے ہیں۔ یہ فیصلہ وہ قارئین پر چھوڑ دیتے ہیں کہ ان کے اشعار کا مرتبہ اور مقام متعین کریں لیکن ساتھ ہی انہیں ابیات سے بے پناہ محبت بھی ہے اور اسے اپنی اولاد کی طرح محبوب قرار دیتے ہیں۔

میں بھی وچوں عیبیں بھریا دساں ہنر زبانوں
اکھیں والے عیب چُھپائیو کر اں سوال تسانوں(40)

جیہے بھانڈے تیہے آوازے کیا نیویں کیا اُچّے
میں ہاں نال پلیتی بھریا سُخن ہوون کد سُچے(41)

میرے نالوں ہر کوئی بہتر میں ہی ہیچ ایانا
تھوڑا بُہتا شعر سُخن دا گھاٹا وادھا جاناں(42)

....

سُخن میرے چاپاک بناؤ ہے توفیق آزاداں
چُوہڑے داپُتّ مومن ہوندا جاں مِلدا اُستاداں (43)

وزن برابر بیت بنائے کنڈھے چاڑھ عقل دے
ردی ردیفاں قافیاں سنگ جاسن ملدے رلدے (44)

ہک ہک سُخن میرے دی قیمت پاؤنال انصافے
دیو دُعائیں جے میں کھوٹاتراں اگے صّرافے (45)

میاں محمد بخش کا نظریہ فن کیا ہے، وہ بیان کرتے ہیں شعر کی ایک اپنی زبان ہوتی ہے جس کا انحصار شاعر کے جذبات اور اندرونی کیفیات پر ہوتا ہے۔ اسی زبان کی تاثیر کی وجہ سے شعر اپنے قاری پر اثر ڈالتا ہے اور اس پُر اثر آواز کو وہ رسیلی کا نام دیتے ہیں۔

باجھ اداء آواز رسیلے لگدا شعر الُونا
دُدّھ اندر جے کھنڈ رلایئے مِٹھا ہوندا دُونا (46)

شاعر دی آزمائش آہی ایس قصے وچ بھائی
ہر رنگوں خوش سُخن سُناوے تاں اوس دی دانائی (47)

میاں صاحب نے جہاں سیف الملوک جیسی تصنیف کو معرکۃ الآراء تک پہنچایا، اپنے قاری کو وہ باقاعدہ اس کو پڑھنے اور سمجھنے کے حوالے سے بھی درس دیتے ہیں۔ اپنے ابیات میں تاثیر قائم رکھنے کے حوالے سے میاں محمد بخش پڑھنے والوں سے یوں مخاطب ہیں:

کرے سوال فقیر محمد پڑھنے والے تائیں
رونق کھڑیں نہ شعر میرے دی نال اداء سُنائیں (48)

اپنی شاعری کے حوالے سے میاں محمد بخش دعا گو بھی ہیں اور پڑھنے والوں سے درخواست گزار بھی کہ وہ مہربانی سے ان کے ابیات کو سمجھنے کی کوشش کریں اور محض کسی تعصب کی بنا پر ان ابیات کو رد نہ کریں کیونکہ ان ابیات کو لکھنے میں میاں صاحب کا خون جگر اور سوز و گداز شامل ہے۔

شعر میرے پر کرو نِگاہاں پارس نظر جیہناں دی
توڑے پتھر، سُخن بندے دے، کریو سوناچاندی (49)

سُٹ پُستا کر کے پڑھیاں لذّت کُجھ نہ رہندی
جس دے بیٹے نوں کوئی مارے کد اس دی جِند سہندی(50)

جیونکر بیٹے تُساں پیارے تیویں بیت اسانوں
بیٹے نوں کوئی اُنگل لائے لگدے بیت اسانوں(51)

دُشمن وانگ دِسے اوہ سانوں جے کوئی بیت تروڑے
بیٹے نازک لال سندر دے ایویں کن مروڑے(52)

بیشتر شعرا خود کو معاشرے سے ذہنی اور روحانی طور پر بالکل منقطع محسوس کرتے ہیں۔ 1891ء میں ملارمے نے ایک گفتگو کے دوران کہا تھا:

”موجودہ معاشرہ شاعر کو جینے کا حق دینے سے انکار کرتا ہے۔اس وقت شاعر کی حیثیت اس آدمی کی سی ہے جو تنہائی ڈھونڈتا ہے کہ اپنا مزار خود تراش سکے۔“ (53)

اپنے اشعار کے بارے میں اپنے علاقے میں ان کی قدر و قیمت کا اظہار اس طرح کرتے ہیں اور ذیل کے شعر سے یوں لگتا ہے جیسے میاں صاحب کی زندگی میں ان کے علاقے میں ان اشعار کی قدر و قیمت کا وہ عالم نہیں تھا جو نہ صرف پنجاب کے بلکہ ملک کے گوشے گوشے میں آج ہے۔

شعر میرے اس مُلک اپنے وچ مُول نہ پاندے قیمت
دُور دُراڈے جس نوں لبھن جانے بہت غنیمت (54)

اسی لئے ایک دوسرے شعر میں اپنے علاقے کے ناقدین جو ہر دور میں موجود رہے ہیں اور تخلیق کار کے فن کو پہچاننے میں ناکام رہے وہ شعری فن کے تقاضوں اور حساسیت سے ناواقف تھے۔ جس کی وجہ سے میاں صاحب یوں لکھتے ہیں:

مرمر
اِک بناون شیشہ مار وٹا اِک بھندے
دُنیا
اُتے تھوڑے رہندے قدر شناس
سُخن دے (55)

فرمائش دے تیر چوپھیروں آون ویکھ توانا
ہوندے سچ محمد بخشا شاعر لوک نشانا(56)

دانشمند پچھان کریندے عاماں سار نہ بھائی
لکڑ ہارے لین بزاروں جو سستی مٹھیائی (57)

ذیل کے شعر میں ان کے زمانہ کے شاعروں میں تو ان کا مقام جو تھا وہ شاید انہیں بھی معلوم نہ تھا۔ لیکن جو مقام آج ہے وہ شاید انہوں نے اپنی زندگی میں سوچا بھی نہ تھا۔ وہ لکھتے ہیں:

آپو اپنے ورتے اُتے قدم اگیرے دھرسن
خبر نہیں ایہہ سُخن محمد ترسن یا نہ ترسن (58)

حوالہ جات

1۔اختر جعفری، شہباز ملک، اسلم رانا، یونس احقر، نور احمد ثاقب (مرتبین)، تنقیدی وچار، تاج بک ڈپو، لاہور، ص11

2۔عبدالحمید سرشار، حافظ، ادبی رشتاں، عزیز پبلشرز، لاہور، 1993ء، ص21

3۔شمس الرحمن فاروقی، شعریات اور نئی شعریات، مشمولہ "تخلیق، تنقید اور نئے تصورات"، انتخاب و ترتیب: محمد حمید شاہد، پورب اکادمی، اسلام آباد، 2011ء، ص47

4۔حمید اللہ ہاشمی، پنجابی ادب دی مختصر تاریخ، تاج بکڈپو، لاہور، 1987ء، ص34

5۔نجم حسین سید، پرکھ بارے میاں محمد بخش دا وچار، مشمولہ: سیدھاں، سُچیت کتاب گھر، لہور، 2007ء، ص43

6۔میاں محمد بخش، سیف الملوک، تدوین: سبط الحسن ضیغم، پیکیجز لیمیٹڈ، لاہور، 1993ء، ص21

7۔لئیق بابری، ڈاکٹر، میاں محمد دی سیف الملوک وچ بندے دا مہاندرا، مشمولہ: سانجھ وچار، اے۔ایچ پبلشرز، لاہور، 1997ء، ص692

8۔میاں محمد بخش، سیف الملوک، تدوین: سبط الحسن ضیغم، محولا بالا، ص21

9۔ایضاً، ص18

10۔ایضاً، ص20

11۔ابو الا عجاز حفیظ صدیقی (مرتبہ)، کشاف تنقیدی اصطلاحات، نظر ثانی: ڈاکٹر آفتاب احمد خاں، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، 1985ء، ص80۔79

12۔مرزا اسد اللہ خاں غالب دہلوی، دیوانِ غالب، ارسلان پبلشرز، لاہور، 2000ء، ص247

13۔ابو الاعجاز حفیظ صدیقی(مرتبہ)،کشاف تنقیدی اصطلاحات، نظر ثانی:ڈاکٹر آفتاب احمد خاں، محولا بالا،ص75
14۔علامہ محمد اقبال،کلیاتِ اقبال،علم و عرفان پبلشرز،لاہور،2002ء،ص95
15۔ایضاً،ص101
16۔ایضاً،ص131
17۔محمد ہادی حسین،شاعری اور تخیل، مجلس ترقی ادب،لاہور،فروری1966ء،ص29۔28
18۔ابو الاعجاز حفیظ صدیقی(مرتبہ)،کشاف تنقیدی اصطلاحات، نظر ثانی:ڈاکٹر آفتاب احمد خاں، محولا بالا،ص35
19۔جمیل جالبی،ڈاکٹر،ارسطو سے ایلیٹ تک(طبع اوّل)، ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس،دہلی،1977ء،ص87
20۔محمد ہادی حسین،شاعری اور تخیل، محولا بالا،ص86
21۔شمس الرحمن فاروقی،ادبی تخلیق اور ادبی تنقید،مشمولہ "تخلیق،تنقید اور نئے تصورات"،انتخاب و ترتیب:محمد حمید شاہد،پورب اکادمی،اسلام آباد،2011ء،ص193
22۔لئیق بابری،ڈاکٹر،میاں محمد دی سیف الملوک وچ بندے دا مہاندرا،مشمولہ:سانجھ وچار، محولا بالا،ص693۔692
23۔میاں محمد بخش،سیف الملوک، تدوین:سبط الحسن ضیغم، محولا بالا،ص21
24۔ایضاً،ص21
25۔ایضاً،ص21
26۔میاں محمد بخش،سیف الملوک،سودھی:محمد شریف صابر، سید اجمل حسین میموریل سوسائٹی،لاہور،2002ء،ص27
27۔میاں محمد بخش،سیف الملوک، تدوین:سبط الحسن ضیغم، محولا بالا،ص21
28۔ایضاً،ص21
29۔ایضاً،ص1
30۔نجم حسین سید،پرکھ بارے میاں محمد بخش داوچار،مشمولہ:سیدھاں، محولا بالا،ص43
31۔میاں محمد بخش،سیف الملوک، تدوین:سبط الحسن ضیغم، محولا بالا،ص447
32۔ایضاً،ص447
33۔ایضاً،ص5
34۔نجم حسین سید،پرکھ بارے میاں محمد بخش داوچار،مشمولہ:سیدھاں، محولا بالا،ص45
35۔میاں محمد بخش،سیف الملوک،سودھی:محمد شریف صابر، محولا بالا،ص27

36۔ ایضاً، ص27

37۔ ایضاً، ص30

38۔ ایضاً، ص27

39۔ ایضاً، ص27

40۔ ایضاً، ص28

41۔ ایضاً، ص28

42۔ ایضاً، ص29

43۔ ایضاً، ص28

44۔ میاں محمد بخش، سیف الملوک، تدوین؛سبط الحسن ضیغم، محولا بالا، ص446

45۔ ایضاً، ص24

46۔ ایضاً، ص23

47۔ ایضاً، ص21

48۔ ایضاً، ص23

49۔ ایضاً، ص22

50۔ ایضاً، ص23

51۔ ایضاً، ص23

52۔ ایضاً، ص23

53۔ شمس الرحمن فاروقی، ادبی تخلیق اور ادبی تنقید، مشمولہ "تخلیق، تنقید اور نئے تصورات"، انتخاب و ترتیب: محمد حمید شاہد، محولا بالا، ص19

54۔ میاں محمد بخش، سیف الملوک، سودھی؛ محمد شریف صابر، محولا بالا، ص29

55۔ ایضاً، ص5

56۔ میاں محمد بخش، سیف الملوک، تدوین؛سبط الحسن ضیغم، محولا بالا، ص14

57۔ میاں محمد بخش، سیف الملوک، سودھی؛ محمد شریف صابر، محولا بالا، ص27

58۔ میاں محمد بخش، سیف الملوک، تدوین؛سبط الحسن ضیغم، محولا بالا، ص24